وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

اور بے شک تو بڑے خُلق پر پیدا ہؤا ہے

الحمدللہ کہ ماہِ میلاد مبارک ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ

میں نسخۂ متبرّکہ

اخلاق النّبیؐ

بتقریب

عید میلاد النّبیؐ

(فداہ ابی واُمّی)

جسے

مولانا حاجی مولوی نوربخش صاحب ایم - اے حنفی نقشبندی توکّلی

نے

انجمنِ نُعمانیہ ہند لاہور کے لئے تالیف کیا

بغرضِ افادۂ عام انجمن مذکور کی طرف سے

گلزار محمّدیؐ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شائع ہُوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی بعث رحمۃ للعالمین۔ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین

امّا بعد فقیر توکلی برادران اسلام کی خدمت میں گذارش پرداز ہے کہ ربیع الاوّل اُس ذات بابرکات فخر موجودات سیّدنا و مولانا محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تولد شریف کا مہینہ ہے جو رحمۃ للعالمین۔ منبع فیض انبیاؑ و مرسلین۔ معدن علوم اوّلین و آخرین۔ شفیع المذنبین۔ قافلہ سالار انبیا۔ خلیفۂ مطلق و نائب کُل حضرت باریتعالے ہیں۔ اللہ تعالے کا ہم پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ اُس نے ایسے عظمت والے خاتم النبیّین کو ہم گنہگاروں کی نجات کے لئے بھیجا۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ بفحوائے[1] وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ اس احسان کے شکریہ میں بالخصوص اس ماہ مبارک میں مجالس میلاد منعقد کیا کریں۔ اور اپنے پیارے نبی کے پیارے پیارے حالات سُنیں۔ اور مساکین و یتامے کو کھانا کھلائیں۔ اور ہر امر میں آپکو اپنا اُسوۂ حسنہ[2] بنانا سیکھیں

---

[1] وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ (سورۂ ضحےٰ پ ۳۰) ترجمہ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر ۱۲

[2] قرآن مجید میں ہے۔ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا (پ ۲۱۔ احزاب۔ ع ۳) ۔ ترجمہ تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول کی چال۔ اُس کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا ۱۲

ماہ میلاد مبارک سنہ ۱۳۳۳ھ میں جو رسالہ عید میلاد النبی شائع ہوا تھا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا صرف ایک شمہ بیان ہو سکا تھا۔ کیونکہ آپ کے کمالات کا احاطہ طاقتِ بشری سے خارج ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ خزانۂ قدرت و مرتبۂ امکان میں جو کمالات متصور ہیں۔ وہ سب اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب پاک کو عطا فرما دئے ؎

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم * ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

باقی تمام انبیا و رسل آپ ہی کے آفتاب کمال کے چاند اور آپ ہی کے انوار جمال کے مظہر ہیں۔ صاحب قصیدہ بردہ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا * فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ

اور ہر آیت و معجزہ جو بزرگ رسول لائے - وہ صرف آپ کے نور سے اُن کو ملا ہے

فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا * يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

کیونکہ آپ فضیلت کے آفتاب ہیں اور وہ اُس آفتاب کے ستارے ہیں * جو اُسکے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے ہیں

میرا ارادہ تھا کہ ہر سال ماہ میلاد شریف میں اسی طرح کا کوئی رسالہ شائع کیا جایا کرے۔ مگر سال گذشتہ میں کئی عوارض کے سبب میں اس خدمت سے محروم رہا جس کا مجھے نہایت افسوس ہے۔ اب یہ فقیر سراپا تقصیر بصد عجز و انکسار اپنے آقائے نامدار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی کا خواستگار اور آئندہ کے لئے اللہ تعالٰی سے توفیق کا طالب ہے۔ چنانچہ اس سال بعونہ تعالٰی آپکے محاسن اخلاق کا کچھ بیان ہدیۂ ناظرین ہے۔ افراد انسان میں سے انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ انکا کام تبلیغ و تزکیہ ہے۔ اسیواسطے بعنایت الٰہی اونہیں اول خلقت و فطرت ہی میں تمام محاسن اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع اُن کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر

فضائل کی طرح اس کمال میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ دیگر انبیاء کرام سے زیادہ ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام[1] مخلوقات کے لئے مبعوث فرمایا۔ خیال کیجئے کہ جس ذات شریف کے خلق کو اللہ تعالیٰ عظیم[2] فرمائے۔ انسان کو کیا طاقت کہ اُس کی کنہ کا ادراک کرسکے ؎

تراچنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند ✤ بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت[3] سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی بابت دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ "کیا تو قرآن نہیں پڑھتا" حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔ ہاں یہہ سنکر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ "نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا" یعنی جس قدر محامد اخلاق قرآن مجید میں مذکور ہیں اُن سب سے آپ کی ذات شریف مُتّصف تھی۔ کیوں نہ ہو۔ آپکا مؤدب خود خدا ہے۔ اور آپ[4] خود فرماتے ہیں کہ میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ نظر بریں حالات ذیل میں آپ کے اخلاق حمیدہ کی صرف چند مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین

---

[1] سورہ فرقان پ۱۸ کے شروع میں ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ ترجمہ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اُتارا فرقان (فیصلہ) اپنے بندے پر تاکہ رہے جہان والوں کو ڈرانے والا۔ حدیث مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وارسلت الی الخلق کافۃ (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین) یعنی میں تمام مخلوقات کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں

[2] قرآن مجید (پ۲۹ سورہ قلم ع۱) میں ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ ترجمہ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ۱۲

[3] حدیث مبارک کے الفاظ یہہ ہیں فقلت انبئینی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الست تقرأ القرآن قلت بلی قالت فان خلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن (مسلم شریف۔ باب صلوۃ اللیل)

[4] اس حدیث شریف کے الفاظ یہہ ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (دیکھو موطا امام مالک)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر و حلم و عفو

صبر[1] و حلم و عفو صفات نبوت میں سے سب سے بڑی ہیں۔ نبوت کا بوجھ ان صفات کے بغیر برداشت نہیں ہو سکتا۔ اسیواسطے اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں کئی[2] جگہ اپنے حبیب پاک کو ان اوصاف کی تعلیم فرمائی ہے ایک روایت میں ہے کہ جب آیت[3] خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (پ۹۔ اعراف۔ اخیر رکوع) نازل ہوئی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اسکی تاویل دریافت کی حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ میں رب العزت سے دریافت کرتا ہوں۔ پس واپس آکر یوں[4] عرض کی۔ اُے محمدؐ اللہ تعالٰے آپ کو امر فرماتا ہے کہ۔

---

[1] مصیبت اور ایذا کے وقت اپنے آپکو روکنا اور متاثر نہ ہونا صبر کہلاتا ہے۔ اپنی طبیعت کو غصّہ سے ضبط کرنے کا نام حلم ہے۔ خطا پر مواخذہ نہ کرنیکو عفو کہتے ہیں۔ ۱۲

[2] دیکھو آیاتِ ذیل (۱) فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (پ۶۔ مائدہ ع۳)۔ ترجمہ سو معاف کر اُن سے اور درگذر کر۔ بے شک اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو۔ (۲) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَأُوْذُوْا حَتّٰى أَتٰهُمْ نَصْرُنَا (پ۷۔ انعام۔ ع۴) ترجمہ اور البتہ جھٹلائے گئے بہت رسول تجھ سے پہلے۔ پس وہ صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہانتک کہ پہنچی اُنکو ہماری مدد۔ (۳) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ (پ۲۶۔ احقاف۔ اخیر رکوع)۔ ترجمہ سو تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے ہیں ہمت والے رسول۔ اور شتابی نکر اُنکے واسطے

[3] اس آیت کا ترجمہ یہہ ہے۔ خو پکڑ معاف کرنا اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلوں سے۔ ۱۲

[4] حدیث مبارک کے لفظ یہہ ہیں۔ یا محمدؐ ان اللہ یأمرک ان تصفح عمن ظلمک و تعطی من حرمک وتصل من قطعک (تفسیر درمنثور جزء ثالث صفحہ ۱۵۳)

آپ درگذر کریں اُس سے جو آپ پر ظلم کرے اور عطا کریں اس کو جو آپ کو محروم کرے اور پیوند کریں اس کے ساتھ جو آپ سے قطع کرے"۔

اگرچہ دیگر انبیاے کرام نے بھی اپنی اپنی امتوں کی اذیتوں پر صبر کیا۔ مگر ہمارے آقاے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر سب سے زیادہ تھا۔ کیونکہ آپ کو سب سے زیادہ اذیتیں دی گئیں چنانچہ آپنے فرمایا ہے[1]۔ "جیسی اذیتیں مجھے دی گئیں کسی کو نہیں دی گئیں"۔ ان اذیتوں کو برداشت کرنا آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا[2] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بیحرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے اُس کا انتقام لیتے۔ چنانچہ جب غزوہٴ خندق (شوال ۵ سنہ ھ) کے روز آپ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ تو حق اللہ کے فوت ہونے کے سبب کفار پر یوں[3] بددُعا فرمائی۔ "اللہ اُن کے گھروں اور انکی قبروں کو اُنکے لئے آگ سے بھردے جیسا کہ اُنہوں نے ہم کو نماز عصر سے باز رکھا یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔" اب کسی قدر تفصیل کے ساتھ اُن اذیتوں

---

[1] اس حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ ما اوذی احد ما اوذیت فی اللہ۔ اس حدیث کو حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں بروایت انس بن مالک نقل کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے بروایت جابر روایت کیا ہے۔ دیکھو جامع صغیر للسیوطی۔

[2] الفاظ حدیث مبارک کے یہ ہیں۔ ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ الا ان تنتھک حرمۃ اللہ فینتقم للّٰہ بہا (صحیح بخاری۔ باب صفۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ مطبوعہ مصر جزء ثانی۔ صہ ۱۸۹)

[3] حدیث شریف کے لفظ یہ ہیں۔ ملأ اللہ علیہم بیوتہم وقبورہم نارا کما شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطی حتی غابت الشمس (صحیح بخاری۔ جزء ثالث۔ غزوہٴ خندق)

کا ذکر کیا جاتا ہے جو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم نے برداشت کیں۔ تاکہ ناظرین آپ کے صبر وعفو کا صحیح اندازہ لگا سکیں ؛

حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نبوّت کے پہلے تین سال پوشیدہ عبادت کرتے رہے۔ پھر آپکو ارشاد باری تعالےٰ ہوا[1] کہ ہمارے حکم کو کھلّم کھلا ظاہر کر دیں اور مشرکوں سے کنارہ کریں۔ اس امر کے موافق جب آپنے منادی شروع کی۔ تو سب آپ کے دشمن ہوگئے۔ مگر آپ کا چچا ابو طالب آپکی مدد کرتا رہا۔ ایک دفعہ سرداران قریش عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عمرو بن ہشام۔ ولید بن مغیرہ وغیرہ ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے۔ اور ہمارے آباو اجداد کو گمراہ بتاتا ہے۔ اُس کو روک دو یا ہمارے حوالہ کرو۔ ابو طالب نے نرمی سے سمجھا بُجھا کر اُنہیں واپس کر دیا۔ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم تبلیغ فرماتے رہے۔ جب اُنکو نہایت ناگوار گزرا۔ تو وہ پھر ابو طالب کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ اَے ابو طالب تیری قدر و منزلت جو ہم میں ہے ہم اُسے جانتے ہیں۔ مگر تیرا بھتیجا جو ہمارے معبودوں اور آباؤ اجداد کو بُرا کہتا ہے ہم اُسے نہیں سُن سکتے۔ یا تو اُس کو ہٹالو ورنہ ہم تم سے اس طرح لڑینگے کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ہلاک ہو جائے گا۔ جب ابو طالب نے یہہ سُنا۔ تو رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر کہا۔ اَے میرے بھتیجے تیری قوم نے میری پاس آکر ایسا ایسا کہا ہے۔ تو اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کر۔ اور مجھے امرِ مالا یطاق کی تکلیف نہ دے۔ آپنے خیال کیا

[1] قرآن مجید (سورۂ حجر ۔ ع ۶) میں ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ ترجمہ پس تو کھول کر بیان کر دے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے کنارہ کر ۱۲

کہ اب میرا چچا میری مدد کرنے سے عاجز آگیا ہے اور مجھے اُن کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا[1]۔ "اے میرے چچا۔ اللہ کی قسم۔ اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تو میں اُسے نہ چھوڑوں گا یہانتک کہ اللہ اُسے غالب کردے یا میں خود اُس میں ہلاک ہو جاؤں"۔ پھر آپ غمگین ہوئے اور رو پڑے۔ جب آپ واپس ہوئے۔ تو ابو طالب نے آپکو بلاکر کہا۔ اے میرے بھتیجے۔ جو کچھ آپ چاہیں کہیں۔ میں آپکو کبھی کسی کے حوالے نہ کرونگا۔ اس کے بعد جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب نہیں مانتا۔ تو عمارہ بن ولید کو لے کر اُس کے پاس گئے۔ کہنے لگے۔ اے ابو طالب یہہ عمارہ قریش میں شریف وخوبصورت نوجوان ہے۔ ہم یہہ تجھے دیتے ہیں۔ تو اس کو اپنا بیٹا بنالے۔ اور اس کے عوض اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردے تاکہ ہم اُسے قتل کردیں۔ ابو طالب نے کہا[2]۔ "اللہ کی قسم۔ تم مجھے بُری تکلیف دیتے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اُسے تمہارے واسطے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ تم اُسے قتل کر ڈالو۔ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا"۔ یہہ جواب سنکر قریش اور بھی برافروختہ ہوگئے۔ اور روز بروز تشدد میں زیادتی کرتے جاتے تھے۔ اُنھوں نے آپکو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔

---

[1] وہ الفاظ یہہ ہیں۔ یا عمّ واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتّی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ (سیرت ابن ہشام بہامش زاد المعاد۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۱۴۰)

[2] ابو طالب کے الفاظ یہہ ہیں۔ واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا! واللہ ما لا یکون ابدا (سیرت ابن ہشام۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۱۴۰)

کمینے لوگوں کو آپ پر اور آپ کے اصحاب پر برانگیختہ کیا - آپ کی تکذیب کی - آپ پر استہزا کیا - آپ کو شاعر کہا - آپ کو جادوگر بتایا - آپ کو کاہن کہا - آپ کو سڑی اور پاگل بتایا - مگر آپ تبلیغ علی الاعلان فرماتے رہے - ایک روز آپ خانۂ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور حرم شریف میں قریش کی ایک جماعت جمع تھی - عُقبہ بن ابی مُعیط نے ابوجہل کی ترغیب سے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کی سرگین اور خون وغیرہ سجدے کی حالت میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا - اسپر وہ سب نابکار قہقہہ مار کر ہنسے - کسی نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کو بھی یہہ خبر دیدی - وہ فوراً دوڑی آئیں - اور آپکی پشت مبارک پرسے وہ پلیدی دور کردی - اور اُن کو بُرا بھلا کہا - یہہ نابکار حرمات اللہ کی بے آبروئی بھی کیا کرتے تھے - اس لئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے - تو یوں بددُعا فرمائی - "یا اللہ تو قریش کے گروہ کو پکڑ - یا اللہ تو ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور عُقبہ بن ابی مُعیط اور امیہ بن خلف یا اُبی[۲] بن خلف کو پکڑ"[۱] اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے روز مقتول دیکھا - اور اُمیہ کے سوا سب چاہِ بدر میں ڈال دئے گئے - اُمیہ کو اسواسطے کنوئیں میں نہ ڈالا گیا کہ وہ موٹا تھا - جب اُسکو کھینچنے لگے - تو کنوئیں میں

---

[۱] حدیث مبارک کے الفاظ یہہ ہیں - اللّٰھمّ علیك الملأ من قریش اللّٰھمّ علیك اباجھل بن ھشام وعتبۃ بن ربیعۃ وشیبۃ بن ربیعۃ وعقبۃ بن ابی معیط وامیۃ بن خلف او ابی بن خلف (صحیح بخاری - کتاب الجہاد - باب طرح جیف المشرکین فی البئر)

[۲] صحیح امیہ بن خلف ہے - دیکھو صحیح بخاری - کتاب الجہاد - باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ

ڈالنے سے پہلے ہی اُس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اسی طرح شیاطین قریش
ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے کہ ابو جہل ایک بھاری پتھر اُٹھا کر سجدے
کی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کچلنے کے لئے آگے
بڑھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا۔ تو وہ خوف زدہ اور رنگ بدلا ہوا پیچھے بھاگا
اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا۔ اے ابوالحکم تجھے کیا
ہوا۔ بولا جب میں نزدیک گیا۔ تو میں نے اُس کے ورے ایک اونٹ دیکھا
اللہ کی قسم میں نے اُس کا وہ سر اور گردن اور دانت دیکھے کہ کبھی کسی
اونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] "وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اگر ابو جہل اور
نزدیک آتا۔ تو وہ اُسے پکڑ لیتے"۔ اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ نابکار
کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام
ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط نے چادر آپ کی
گردن مبارک میں ڈال لی۔ پھر اُسے کھینچا یہانتک کہ آپ اپنے گھٹنوں
کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ دوڑے آئے۔ اور فرمانے لگے[2] "کیا تم ایک شخص کو اسلئے
قتل کرتے ہو۔ کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔" یہہ سُن کر وہ ہٹ
گئے۔ غرض کفار قریش ہر طرح آپ کو اذیت دیتے رہے۔ اور یہانتک
نوبت پہنچی کہ آپ کے اصحاب کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے نبوت

[1] ذلک جبریل علیہ السلام لو دنا لاخذہ (سیرت ابن ہشام۔ جزء اول صفحہ ۱۵۸)

[2] حضرت صدیق اکبرؓ کے الفاظ یہہ ہیں۔ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ
(صحیح بخاری۔ جزء ثانی۔ مناقب ابی بکر۔ صفحہ ۲۰۳)

کے پانچویں سال آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ ملک حبشہ کا بادشاہ عادل ہے۔ وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تم میں سے جو چاہیں وہاں جا رہیں۔ لہذا ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں ملک حبشہ میں چلی گئیں۔ نبوت کے چھٹے سال آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضؓ ایمان لے آئے۔ اور انکے تین روز بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ[1] اسلام کو ابو جہل یا عمر رضؓ کے ساتھ تقویت دے۔ اللہ تعالےٰ نے آپکی یہہ دعا حضرت عمر رضؓ کے حق میں قبول فرمائی۔ اسلام لانے سے پہلے ان کا یہہ حال تھا کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار لئے پھرا کرتے تھے۔ ایک روز تلوار آراہی لٹکائے ہوئے اسی ارادے سے گھر سے نکلے۔ ان کی بہن اور بہنوئے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ راستے میں بہن کے گھر جاکر دونوں کو زدوکوب کیا اور بہن سے قرآن مجید لیکر سورۃ طہٰ کی پہلی آیتیں پڑھیں۔ جنسے وہ نہایت متاثر ہوئے۔ وہاں سے اسی حالت میں صفا کے متصل حضور کے دولتخانے پر حاضر ہوئے۔ آپنے حضرت عمر رضؓ کا دامن زور سے کھینچا اور فرمایا۔[2] "اے عمر تو باز نہیں آنے کا" یہہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھا ؎

---

[1] اللّٰھم ایّد الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب
(سیرۃ ابن ہشام۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۱۹۷)

[2] ما انت بمنتہٍ یا عمر رضؓ (دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ صفحہ ۸۰)

آمدہ عمرؓ بقصدِ مصطفےٰؐ * تیغ بر بستہ بسے میثاقہا
گشت اندر شرع امیرالمومنین * مقتدائے پیشوائے اہلِ دیں

جب قریش نے دیکھا کہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اور حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایمان لاچکے ہیں اور اسلام قبائلِ عرب میں پھیل رہا ہے۔ تو انہوں نے آپس میں یہہ عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے میل جول اور لین دین سب موقوف کردیا جائے تاکہ تنگ آکر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کردیں۔ تاکید مزید کے لئے اُنھوں نے اس امر کا ایک اقرار نامہ لکھ کر کعبتہ اللہ کی چھت میں لٹکا دیا۔ کفارِ قریش نے نہایت سختی سے اپنے عہد پر عمل کیا۔ بنو ہاشم شعب ابیطالب میں محصور رہے اور ہر طرح کی تکلیف اُٹھاتے رہے۔ جب اسی حالت میں تین سال گزر گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کو خبر دیکا کہ اُس اقرار نامہ کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے کہ اُس میں اللہ کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے یہہ خبر ابو طالب کو دی۔ وہ قریش کے پاس گیا اور اُن سے کہا۔ اے قریش[1] کے گروہ۔ میرے بھتیجے نے مجھ کو یہہ خبر دی ہے۔ تم اپنا اقرار نامہ لاؤ۔ اگر یہہ خبر صحیح نکلی۔ تو قطع رحم سے باز آؤ۔ اور اگر غلط ثابت ہوئی۔ تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کردوں گا۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ جب اقرار نامہ کو دیکھا۔ تو ویسا ہی پایا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔ اُسوقت قریش کے صرف ایک گروہ نے اُس عہد کو توڑ دیا اور بنی مطلب سے متفق ہو گئے۔ مگر باقی تمام اور ایذا کے درپے ہو گئے

[1] دیکھو سیرت ابن ہشام۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۲۰۴ *

نبوت کے دسویں سال نصف ماہ شوال میں ابو طالب نے اس جہان سے انتقال کیا۔ اور اس کے تین روز بعد حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی وفات پائی۔ اِس لئے کفار قریش کو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کے ستانے کا اور موقع مل گیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ اگر ثقیف ایمان لے آئے تو قریش کے برخلاف میری مدد کریں گے طائف کا قصد کیا۔ وہاں پہنچکر آپ نے سرداران ثقیف عبد یالیل اور اُس کے دو بھائیوں مسعود وحبیب کو دعوتِ اسلام کی۔ مگر اُنہوں نے آپ کی دعوت کا بُری طرح سے جواب دیا۔ آپ پر کمینے لوگوں اور غلاموں کو برانگیختہ کیا۔ جنہوں نے آپ کو گالیاں دیں۔ اور آپ پر پتھر پھینکے یہانتک کہ آپ کے نعلین شریف خون سے سُرخ ہو گئے۔ پھر آپ غمگین ہو کر مکہ کی طرف تشریف لائے۔ جب قرن الثعالب[1] میں پہنچے۔ تو پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر بعد سلام یوں[2] عرض کی۔ "اے محمدؐ۔ اللہ تعالےٰ نے تیری قوم کی بات بیشک سن لی ہے۔ اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ البتہ آپ کے پروردگار نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ مجھے آپ اپنے امر سے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں کہ میں اخشبین[3] کو اُن پر اُلٹ دوں (تو الٹ دیتا ہوں)"۔ کفار کی ایسی سخت ایذا رسانی پر بھی اُس رحمۃ للعالمین نے انکی تباہی کی اجازت

---

[1] قرن الثعالب اہل نجد کا میقات ہے۔ اور مکہ سے ایک دن رات کی راہ ہے ۱۲

[2] یا محمّد ان اللہ قد سمع قول قومک وانا ملک الجبال قد بعثنی ربّک الیک لتأمرنی ان شئت ان اطبق علیہم الاخشبین (مشکوٰۃ۔ باب المبعث وبدء الوحی)

[3] اخشبین دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان مکہ مشرفہ واقع ہے۔ ان کے نام یہہ ہیں۔ ابو قبیس اور قعیقعان ؁

نہ دی بلکہ یوں[1] فرمایا۔ "مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اُن کی پُشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔" جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ ہر سال ایّام حج میں تمام قبائل عرب کو دعوت اسلام فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو اپنے دین اور اپنے رسول کا اعزاز منظور تھا۔ اس لئے نبوت کے گیارھویں سال آپ کی دعوت پر منے میں عقبہ کے متصل انصار کے قبیلہ خزرج کے چھ مرد آپ پر ایمان لے آئے۔ اُنہوں نے مدینہ پہنچ کر اپنے بھائی بندوں کو دعوت اسلام کی۔ اِس لئے سال آئندہ میں بارہ مردوں نے مدینہ سے آکر عقبہ کے قریب آپ سے بیعت کی۔ اور نبوت کے تیرھویں سال قبائل اوس و خزرج کے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں نے ایام حج میں مکہ میں آکر عقبہ کے نزدیک آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اِس طرح مدینہ میں انصار کے درمیان اسلام کا چرچا ہوگیا۔ اِس کے بعد آپ نے مکہ شریف میں آکر اپنے اصحاب سے فرمادیا کہ تم ہجرت کرکے مدینہ چلے جاؤ۔ اس لئے صحابہ کرام ہجرت فرما گئے۔ اور مکہ مشرفہ میں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رہ گئے۔ اور حکم الٰہی کے منتظر تھے۔
قریش نے جب دیکھا کہ آپ کے مددگار مکہ مشرفہ سے باہر مدینہ منورہ میں بھی ہوگئے ہیں۔ اور مہاجرین مکہ سے مدینہ چلے گئے ہیں۔ جہاں انصار نے اُن کو اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے۔ تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں۔ اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر

[1] وہ الفاظ مبارک یہ ہیں۔ بل ارجوان یخرج اللہ من اصلابہم من یعبد اللہ وحدہٗ لایشرک بہ (مشکوٰۃ۔ باب المبعث و بدء الوحی)

مدینہ پر قابض ہو جائیں۔ اس لئے تمام قبائل قریش کے سردار مشورہ کے لئے دار الندوہ[1] میں آئے۔ ابلیس لعین بھی کمبل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازے پر آموجود ہوا۔ اُنہوں نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ شیطان نے جواب دیا۔ "میں نجد[2] کا رہنے والا ایک شیخ ہوں۔ میں نے سُنا ہے جس امر کے لئے تم جمع ہوئے ہو۔ اس لئے میں بھی حاضر ہو گیا ہوں تاکہ سُنوں کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہو گا۔" وہ بولے۔ بہت اچھا آئیے۔ اِس طرح وہ لعین بھی اُن کے ساتھ شامل ہُوا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص (حضرت محمدؐ) کا حال تم کو معلوم ہے خدا کی قسم ہمیں اس کی طرف سے اندیشہ ہے کہ کہیں اپنے انصار و اصحاب کو ساتھ لے کر ہم پر حملہ کر دے۔ اِس لئے مشورہ کر لو کہ کیا کیا جائے۔ اس پر ایک بولا کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دو۔ اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ خود ہلاک ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔ یہہ رائے اچھی نہیں۔ اللہ کی قسم اگر تم اُس کو اس طرح کوٹھڑی میں قید بھی کر دو۔ تو اُس کی خبر بند دروازے میں سے اُس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ آور ہو کر اُس کو چھڑا لیں گے۔ اور تم کو مغلوب کر لیں گے۔ پھر ایک نے کہا کہ اُس کو اپنے شہر سے نکال دو۔ جہاں چاہے چلا جائے۔ ہمیں اُس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی بولا۔ اللہ کی قسم یہہ

---

[1] یہہ ایک مکان تھا جس کا دروازہ مسجد کعبہ کی طرف تھا۔ اِس کو قصی بن کلاب نے بنایا تھا۔ یہاں قریش مشورے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ بقول بعض یہہ اُس جگہ تھا۔ جہاں اب حنفیوں کا مصلےٰ ہے۔ ۱۲

[2] شیخ من اهل نجد سمع بالذی اتعدتم له فحضر معکم لیسمع ما تقولون وعسٰی ان لا یعدمکم منه رأیا ونصحا (سیرۃ ابن ہشام۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۲۶۴)

رائے بھی اچھی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اُس کا کلام کیسا شیریں اور دلفریب ہے۔ اگر تم ایسا کروگے۔ تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اُس کو اپنا تابع بنائے۔ اور پھر اُنہیں ساتھ لے کر ہم پر حملہ کردے۔ ابوجہل بولا۔ میرے ذہن میں ایک ایسی رائے ہے جو ابتک تمہیں نہیں سوجھی۔ اُنہوں نے پوچھا۔ وہ کیا ہے۔ ابوجہل نے کہا۔ میری رائے یہہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالیقدر دلیر خاندانی نوجوان لیں۔ اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دیدیں۔ پھر وہ سب مل کر اُس کو قتل کردیں۔ اس طرح جُرم خون تمام قبائل پر عائد ہوگا۔ اور عبدمناف کی اولاد تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اِس لئے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی سے خون بہا دیدیں گے۔ یہہ سُن کر شیخ نجدی بولا۔ بات ہے تو یہہ۔ رائے ہے تو یہہ[1]۔ سب نے اس پر اتفاق کیا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ اِدہر جب یہہ بحث و بر ہوچکی۔ تو اُدہر حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ آپ آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ جب ایک تہائی رات گزر گئی۔ تو وہ حضور اقدس کے دولتخانہ کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں۔ تو حملہ آور ہوں۔ جب آپ نے یہہ حال دیکھا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور خود ایک مشت خاک لی اور اُس پر سورہ یٰس شریف کی شروع کی آیات فَأَغْشَيْنَاهُمْ[2] فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

---

[1] القول ما قال الرجل هٰذا الرأی الذی لا رأی غیرہ (سیرۃ ابن ہشام جزء اول صفحہ ۲۶۵)

[2] ترجمہ۔ پس ہم نے اوپر سے ڈھانک دیا اُن کو۔ سو اُن کو نہیں سوجھتا۔ ۱۲

تک پڑھکر کفار پر پھینک دی۔ اور اُس مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ ایک مخبر نے جو اُس مجمع میں نہ تھا اُن کو خبر دی کہ حضرت محمدؐ تو یہاں سے نکل گئے ہیں۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ یہہ سُن کر ہر ایک نے اپنے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ تو واقع میں اُس پر خاک پائی۔ اس لئے وہ نہایت پریشان ہوئے۔ اور اس راز کی تفتیش کرنے لگے۔ مگر اُنہوں نے حضرت علیؓ کو سبز چادر اوڑھے ہوئے سویا دیکھ کر خیال کیا کہ جناب رسالتمآب سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علیؓ بیدار ہوئے۔ تو کہنے لگے کہ اُس مخبر نے سچ کہا تھا۔ اُس دن آیت وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا[1] نازل ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اُن سے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔[2] آپ نے منظور فرمایا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی کہ آپ میری دو اونٹنیوں میں سے ایک لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں قیمت[3] سے لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی

---

[1] وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ (پ ۹ - انفال - ع ۴)۔ ترجمہ۔ اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھ کو بٹھا دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں۔ اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا۔ اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے ۱۲

[2] الصحبۃ بابی انت یا رسول اللہ (صحیح بخاری - جزء ثانی - باب ہجرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

[3] اس میں یہہ حکمت تھی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ میری ہجرت اپنی ہی جان اور اپنے ہی مال کے ساتھ ہو ۱۲

ہوا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جو اس وقت اپنے والد بزرگوار
کے گھر آئی ہوئی تھیں بیان کرتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضروریات کو جلد تیار
کر دیا۔اور دونوں کے لئے زاد راہ تیار کر کے ایک تھیلی میں ڈال دیا۔حضرت
اسماء بنت ابی بکر رضؓ نے اپنے کمربند کے ایک ٹکڑے سے تھیلی کا منہ باندھ دیا۔
اس وجہ سے اُن کو ذات النطاق کہتے ہیں۔غرض رات ہی کو آپ صدیق اکبر
کو ساتھ لے کر جبل ثور کی ایک غار پر پہنچے۔آپ نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں۔
مگر صدیق اکبر نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل
نہ ہولوں۔تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ ہو تو وہ مجھ کو
کاٹے۔آپ کو نہ کاٹے۔اس لئے حضرت صدیق اکبر پہلے داخل ہوئے۔غار
میں جھاڑو دیا۔اُس کے اطراف میں کچھ سوراخ پائے۔اپنا پاجامہ پھاڑ
کر اُن کو بند کیا۔مگر دو سوراخ باقی رہ گئے۔اُن میں اپنے دونوں پاؤں
ڈال دئے۔پھر اپنے آقا سے عرض کی کہ حضور اب تشریف لائیے۔آپ
داخل ہوئے اور اپنے سر مبارک کو حضرت صدیق اکبرؓ کی گود میں رکھ کر
سو گئے۔ایک سوراخ سے کسی سانپ یا بچھو نے حضرت صدیق اکبرؓ
کو کاٹا۔مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کہ مبادا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
جاگ اوٹھیں۔حضرت صدیق اکبر رضؓ کے آنسو جو آپ کے چہرۂ مبارک
پر گرے۔تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تجھے کیا ہوا۔عرض کی[1] میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا۔آپ نے

---

[1] لدغت فداك ابی و أمّی (مشکوٰة۔ باب فی مناقب ابی بکر الصّدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً سب درد[1] جاتا رہا۔ اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ دن کو شہر مکہ میں رہتے۔ اور جو کچھ قریش آپس میں مشورہ کرتے یا کہتے وہ سن لیتے۔ اور شام کو غار ثور میں آکر اُن کی اطلاع دیتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا۔ رات کو وہ بکریاں وہاں لے جاتا۔ اور اُن کا دودھ جناب رسالتمآبؐ اور صدیق اکبرؓ کے کام آتا۔ عبد اللہ بن اریقط لیثی جو مشرک تھا مگر راستے سے خوب واقف تھا۔ اُسے اُجرت پر نوکر رکھا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اُس کے سپرد کر دی گئیں تاکہ تین راتوں کے بعد غار ثور پر حاضر کرے کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے آپ کا تعاقب کیا۔ جب وہ جبل ثور کے پاس پہنچے۔ تو پائے مبارک کا نشان اُن پر مشتبہ[2] ہوگیا۔ وہ جبل ثور پر چڑھ گئے۔ اور غار پر پہنچ گئے۔ مگر غار پر اُسوقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔ اُس کے مُنہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر حضرت اس میں داخل ہوتے۔ تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے گھبرا کر

---

[1] آخر عمر میں اس درد نے پھر عود کیا اور سبب موت ہوا۔ درد کے عود کرنے میں یہہ حکمت تھی کہ آپ کو درجہ شہادت نصیب ہو۔ چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی اشعۃ اللمعات میں یوں لکھتے ہیں۔ ہانا کہ حکمت در آں آں بود کہ موجب تضعیف از شہادت باشد چنانکہ در عود زہر گوسپند خیبر گفتہ اند ۱۲

[2] مشکوۃ۔ باب فی المعجزات فصل ثالث۔

یوں عرض کی۔ ؎۱ یا رسول اللہ اگر اُن میں سے کوئی اپنے قدم پر نظر ڈالے۔ تو ہمیں دیکھ لے گا۔" آپ نے فرمایا۔ "اے ابوبکر اُن دو شخصوں کی نسبت تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا خدا ہو۔" تین دن اور تین راتیں غار میں گزار کر آپ مع صدیق اکبرؓ کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور ایک رہبر عبداللہ بن اریقط بھی تھا۔ جب قریش مایوس ہو گئے۔ تو اُنھوں نے ایک سو اونٹ کا انعام اُس شخص کے لئے رکھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لائے یا قتل کر دے۔ جب آپ قدید کے قریب قبیلہ بنی مدلج کے پاس سے گزرے۔ تو اُس قبیلے کے ایک شخص نے آپ کو دیکھ لیا۔ وہ اپنی قوم کے مجمع میں آکر کہنے لگا کہ میں نے ابھی کچھ سوار ساحل پر دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھی ہیں۔ سراقہ بن مالک تاڑ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ انعام مجھے ہی ملے۔ اس لئے کہنے لگا کہ وہ تو فلاں فلاں شخص ہیں جو کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں نکلے ہیں۔ پھر وہ ذرا سی دیر کے بعد اپنے خیمے میں آیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو پشتہ کے پیچھے بطن وادی میں لے چل۔ اور خود اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھواڑے سے نکلا۔ اور ؎۲ بن نیزہ سے زمین میں خط کھینچتا اور نیزے کے اوپر کے حصے کو نیچا کئے ہوئے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ اور

؎۱ یا رسول اللہ لو ان احدھم نظر الی قدمیہ قد ابصرنا (مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات فصل اول) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ یا ابا بکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما

؎۲ بن نیزہ سے زمین میں خط کھینچنا اس واسطے تھا کہ نشان یا مشتبہ ہو جائے اور نیزہ کا اوپر کا حصہ اس لئے نیچا کیا تھا کہ کوئی شخص دور سے اُس کی چمک نہ دیکھ لے کیونکہ سراقہ یہ نہ چاہتا تھا کہ کوئی اس کے پیچھے آئے اور اُس کے ساتھ انعام میں شریک ہو ۱۲

سوار ہو کر جناب رسالتمآب کے بہت قریب آپہنچا۔ حضرت صدیق اکبر[۳] نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمیں تو آلیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو غم نہ کر کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔[۱] آپ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا سراقہ سمیت سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گیا۔[۲] سراقہ نے عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعائے خیر کیجئے۔ میں کسی کافر کو آپ تک نہ آنے دوں گا۔ آپ کی دعا سے سراقہ نے نجات[۳] پائی۔ اور وہ واپس آگیا۔ راستے میں جس سے ملتا۔ اُسے یہہ کہہ کر موڑ لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ حضرت اُدھر نہیں ہیں۔ قصّہ کوتاہ[۴] آپ دوشنبہ کے دن بارھویں ربیع الاول کو مدینہ میں پہنچے۔ جو رونق اور خوشی آپ کی تشریف آوری سے وہاں ہوئی۔ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا ؎

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنیں باشد ٭ ہمایوں کشورے کان عرصہ را شاہے چنیں باشد

مدینہ میں بھی آپ کفار کی اذیتوں سے امن میں نہ رہے۔ چنانچہ غزوۂ اُحد (شوال ۳ھ) میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ اور سر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ صحابۂ کرام پر یہہ امر ناگوار گزرا۔ انہوں نے آپ کی خدمت شریف میں عرض کی کہ کاش آپ دعا کریں کہ یہ کفار ہلاک

---

[۱] لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۶)

[۲] مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات۔ فصل اول۔

[۳] اُسوقت سراقہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کتاب امن عطا کیجئے۔ آپ کے ارشاد سے عامر بن فہیرہ نے لکھ دی۔ وہ لیکر واپس آیا۔ یہہ کتاب فتح مکہ وحنین کے بعد سراقہ نے خدمت اقدس میں پیش کی اور ایمان لایا۔ آپ نے فرمایا کہ آج وفا و احسان کا دن ہے (سیرت ابن ہشام۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۷۲)

[۴] اس سفر کا مفصل حال خاکسار کے مولود بے نظیر میں موجود ہے۔ جس کو شوق ہو اُس کا مطالعہ کرے ۱۲

ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ "نہیں لعنت[1] کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ حق کی طرف بلانے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ میری قوم کا یہہ گناہ معاف کردے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے (جمادی الاولی [۴] سنہ ھ میں) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزا[2] کیا۔ جب آپ واپس آئے۔ تو میں بھی واپس آیا۔ ایک گھنے جنگل میں ہم کو دوپہر ہو گئی۔ لوگ الگ الگ ہو کر درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اُس سے لٹکا دی۔ ہم ذرا سو گئے۔ ناگاہ آپ نے ہمیں پکارا اور آپ کے پاس ایک اعرابی (غورث بن الحارث) حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر سونے کی حالت میں تلوار کھینچی۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو اس کے ہاتھ میں کھنچی ہوئی تھی۔ اُس نے کہا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا۔" آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ یہہ سنتے ہی اعرابی کے ہاتھ سے وہ تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُٹھا لی اور فرمایا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا۔" وہ بولا کہ آپ مہربانی سے رہا کر دینے والے بنیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اُس نے کہا کہ میں مسلمان تو نہیں ہوتا۔ مگر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے لڑائی نہ کروں گا۔ اور نہ اُس قوم کے ساتھ ملوں گا جو آپ سے لڑائی کرے گی۔ پس آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اُس نے اپنے یاروں میں آکر کہا۔ "میں لوگوں[3]

---

[1] انی لم ابعث لعانًا ولکنی بعثت داعیًا ورحمۃ اللّٰہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ (مواہب لدنیہ وشفا۔ نیز دیکھو مشکوٰۃ۔ باب المبعث وبدء الوحی)

[2] یہہ غزوہ ذات الرقاع تھا۔ مگر لڑائی نہ ہوئی اور آپ واپس تشریف لے آئے۔ اسی غزوہ میں آپ نے صلوٰۃ خوف پڑھی ۱۲

[3] لقد جئتکم من عند خیر الناس (مشکوٰۃ۔ باب التوکل والصبر۔ فصل ثانی) ۔ یہہ قصہ اسی طرح کتاب حمیدی اور ریاض الصالحین میں ہے۔ ۱۲

میں سے سب سے اچھے کے پاس سے تم میں آیا ہوں"۔

حضرت انس رضؓ روایت[1] کرتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے اسّی مرد کوہ تنعیم[2] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپڑے۔ وہ ہتھیار لگائے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو غافل پائیں آپ نے اُن کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا۔ اور اُن کو زندہ رکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالٰی نے آیت[3] وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ نازل فرمائی انتہٰی۔ یہ واقعہ[4] قضیۂ حدیبیہ (ذی الحجہ سنہ ۶ھ) میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لبید بن الاعصم یہودی نے جادو کر دیا تھا۔ مگر آپ نے مواخذہ نہ[5] فرمایا۔ جب سنہ ۷ھ میں خیبر فتح ہو چکا۔ تو ایک یہودی عورت زینب زوجہ سلام بن مشکم نے جو اہل خیبر میں سے تھی بکری[6] کا گوشت بھون کر زہر آلودہ کر کے ہدیہ کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اور آپ نے اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے اُسے کھایا۔ باوجود اعتراف کے

---

[1] یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ۔ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسراء۔ ۱۲

[2] مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مشہور مقام ہے جہاں سے عمرہ بجالاتے ہیں۔ ۱۲

[3] وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ رپ ۲۶۔ فتح۔ ع ۳۔

ترجمہ اور خدا وہ ہے جس نے مکہ کے نواح میں انکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے باز رکھا

[4] شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات میں یوں لکھتے ہیں۔ ایں در قضیہ حدیبیہ بودہ و آخر ہمیں سبب صلح شدہ۔ (جلد ثالث۔ صفحہ ۱۹۱)

[5] دیکھو اشعۃ اللمعات۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۵۷۹۔

[6] صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین ہل یعفی عنہم ۱۲

آپ نے اُس یہودیہ کو اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ [1]
شمنہ ہجری میں قریش نے عہد نامہ حدیبیہ کو توڑ ڈالا۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ تیاری شروع کی اور قصد کیا کہ قریش مکہ پر دفعتہً بیخبری میں حملہ آور ہوں۔ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے جو یہ بھید سن پایا۔ تو اُس نے بنی ہاشم کی ایک لونڈی سارہ نام کے ہاتھ قریش کو خط لکھ بھیجا۔ اُس خط میں آپ کے قصد اور جنگی تیاریوں کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کو اس معاملے کی خبر دیدی۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور اُن سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک لونڈی سانڈنی سوار ملے گی۔ اُس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ سے اُسی مقام میں جا ملے۔ اُس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے سارہ نے انکار کیا۔ دونوں نے اُس کے کجاوے کی تلاشی لی۔ مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس لونڈی سے کہا۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہہ سُن کر اُس نے اپنے سر کے بالوں میں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ دونوں اس خط کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا۔ اور پوچھا کہ اے حاطب تو نے یہہ کیا حرکت کی۔ حضرت حاطب نے یوں عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ اللہ کی قسم۔ خدا اور رسول

---

[1] مشکوۃ۔ باب فی المعجزات۔ فصل ثانی۔ ۱۲

پر میرا ایمان ہے۔ میں دین سے پھرا نہیں۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں جن کے سبب وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل و عیال کے بچاؤ کے لئے میں نے یہہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہہ احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اُڑا دوں۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی خیانت کی ہے اور منافق ہو گیا ہے۔

باوجود ایسے سنگین جُرم کے آپ نے حضرت حاطب کو معاف فرما دیا۔ اس کے بعد رمضان شریف کی دسویں تاریخ کو آپ مہاجرین و انصار اور چند قبائل عرب کو ساتھ لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ کل دس ہزار آدمی تھے۔ راستے میں مقام حجفہ پر آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آملے جو اسلام لاکر اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر آگئے تھے۔

جب مرالظہران پر پہنچے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابو سفیان بن حرب بن عبدالمطلب کو جو حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کے ساتھ قریش کی طرف سے جاسوسی کرنے آیا تھا آپ کی خدمت شریف میں لے آئے۔ آپ نے ابو سفیان کی خطا معاف کر دی اور وہ مشرف باسلام ہوا۔ غرض لشکر اسلام نے مکہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ نے اپنے امراء لشکر کو حکم دیا کہ مکہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور کسی سے جنگ نہ کرو تاوقتیکہ وہ پہلے جنگ نہ کریں اس طرح مکہ خونریزی کے بغیر فتح ہو گیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اور مہاجرین و انصار آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا۔

بیت اللہ کے گرد اور اوپر ۳۶۰ بت تھے۔ وہ خانۂ خدا بُتخانہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اُس سے آپ جس بُت کو چھوتے اور یہہ پڑھتے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل ع ۹) وہ بُت مُنہ کے بل گر پڑتا۔ اِس طرح بیت اللہ کو بُتوں سے پاک کر کے آپ نے عثمان بن طلحہ سے کنجی منگوائی اور بیت اللہ کا دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر داخل ہوئے۔ اُس میں تصویریں دیکھیں جن میں ایک تصویر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کی تھی۔ جن کے ہاتھوں میں جوا کھیلنے کے تیر دئے ہوئے تھے۔ یہہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ "اللہ اُن کو غارت کرے۔ خدا کی قسم۔ اِن دونوں نے کبھی تیروں کے ساتھ جوا نہیں کھیلا۔" اور کعبہ کے اندر ہی آپ نے لکڑیوں کی بنی ہوئی ایک کبوتری دیکھی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اُسے توڑا۔ اور آپ کے حکم سے جس قدر تصویریں تھیں وہ سب نابود کر دی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ اور حضرت بلال آپ کے ساتھ اندر رہے۔ آپ نے دروازے کے مقابل کی دیوار سے تین گز ورے نماز پڑھی۔ اور ہر طرف تکبیر کہی۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ قریش کی صفوں سے مسجد حرام بھری ہوئی تھی۔ یہہ وُہی قریش ہیں جنہوں نے آپ کو اسی شہر مکہ میں ہر طرح کی اذیت دی۔ یہہ وُہی قریش ہیں جنہوں نے آپ سے میل جول اور لین دین موقوف کر دیا تھا۔ یہہ وُہی قریش ہیں جنہوں نے آخر کار آپ کو شہید کرنے کی سازش کی تھی حتےٰ کہ آپ نے یہاں سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تھی۔ آپ یہاں سے نکلے تھے۔ تو اندھیری رات اور فقط حضرت صدیق اکبر ساتھ تھے۔ آج آپ داخل

۱؎ ترجمہ۔ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے ۱۲

ہوتے ہیں۔ تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں۔ اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ اب دیکھئے کہ آپ نے باایں‌ہمہ اُن سے کیا سلوک کیا۔ قریش خوف کی حالت میں آپ کے حکم کے منتظر تھے۔ آپ نے خانہ کعبہ کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑا۔ اور خطبہ پڑھا۔ پھر یوں فرمایا[1]۔ "اے گروہ قریش تمہارا کیا گمان ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا۔" وہ بولے۔ "آپ نیکی کریں گے۔ آپ بخشش کرنے والے بھائی ہیں اور بخشش کرنے والے بھائی[2] کے بیٹے ہیں۔" آپ نے فرمایا۔ "میں تم سے کہتا ہوں جیسا کہ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ تم آزاد ہو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اخلاق اشاعت اسلام کا باعث ہوئے۔ جیسا کہ قرآن[3] مجید سے ظاہر ہے۔ اور فتح مکہ کے بعد وہ وعدہ پورا ہو گیا جس کا

---

[1] یا معشر قریش ما ترون انی فاعل فیکم۔ قالوا خیرا اخ کریم و ابن اخ کریم۔ قال فانی اقول لکم کما قال یوسف لاخوتہ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ دیکھو زاد المعاد لابن قیم مطبوعہ مصر۔ جزو اول صفحہ ۴۲۴ سیرت ابن ہشام بہامش زاد المعاد۔ جزء ثانی صفحہ ۲۴۳۔ فتوح البلدان للبلاذری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۹۔ شفا للقاضی عیاض۔ فصل و اما حلمہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] یہاں اخ یعنی بھائی سے مراد قریبی رشتہ دار ہے۔ یہ عرب کی عادت ہے کہ قومی کو بھائی کہہ دیتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔

[3] فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (پ ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۷)۔ ترجمہ۔ سو کچھ اللہ کی مہر ہے جو تو نرم دل ملا اُن کو۔ اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل۔ تو وہ منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے ۱۲

ذکر سورۂ نصر[1] میں ہے۔ جو لوگ پہلے اسلام کے جانی دشمن تھے وہی اب معاون و مددگار بن گئے۔ چنانچہ جنگ حُنین (شوال ۸ھ) میں آپ کے ہمراہ جو بارہ ہزار آدمی تھے۔ اُن میں سے دو ہزار[2] اُن باشندگان مکہ میں سے تھے جن کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن معاف کر دیا تھا۔

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اُسے مار پیٹ کرنے کے لئے اُٹھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[3]۔ "اُسے جانے دو۔ اور اُس کے پیشاب پر ایک پانی کا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔" حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو احبار یہود میں سے تھے اپنے اسلام لانے

---

[1] إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (پ ۳۰۔ سورۂ نصر)۔ ترجمہ۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے دیکھے گا۔ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ پاکی بول اور اُس سے گناہ بخشوا۔ بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔ ۱۲

[2] تاریخ ابی الفدا۔ غزوہ حنین۔ نیز دیکھو صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الطائف۔ ۱۲

[3] دعوہ واھریقوا علی بولہ ذنوبا من ماء او سجلا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا)۔

کا قصّہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے توراۃ میں نبی آخرالزمان کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں نے روئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں ایسی تھیں جن کا آزمانا باقی رہا۔ یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لیجاتا ہے اور دوسرے کی شدت جہالت و ایذا آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمایش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے تلطف سے پیش آتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دولتخانہ سے نکلے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابیطالب تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت شریف میں آیا۔ اُس نے یوں عرض کی۔ "یا رسول اللہ۔ فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں اُن سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اور اب اُنکے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔ یا رسول اللہ مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ طمع کے سبب اسلام سے خارج نہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ طمع کے لئے ہی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ کی رائے ہو۔ تو کچھ اُنکی دستگیری کیجیے"۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو مجھے گمان ہے حضرت علی رضؓ تھے) کی طرف دیکھا۔ اُس شخص نے عرض کی کہ اُس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ سُن کر میں آگے بڑھا۔ اور آپ سے چھواروں کی مقدار معین میعاد معلوم پر خرید کی۔ اور اُس کی قیمت اسّی مثقال سونا اپنی ہمیان سے نکال کر پیشتر دیدی۔ آپ نے وہ اسّی مثقال اُس سوار کو دیدئے۔ اور فرمایا۔ کہ جلد ہی جاؤ اور اُس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب میعاد کے ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار میں سے ایک کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ اور آپ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب حضرت ابو بکر و

عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم تھے۔ جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب ہوئے۔ تو میں نے آگے بڑھکر آپ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لئے۔ اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔

"اے محمد[1] کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم اے عبدالمطلب کی اولاد مجھے معلوم تھا کہ تم ادائے حق کی تاخیر میں حیلے بہانے ہی کیا کرتے ہو۔" اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھا اور کہا۔

"اے دشمن خدا[2] کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہہ بات کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "اے عمر[3] مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تو مجھے حسن ادائے حق کا اور اسے حسن تقاضا

---

[1] الا تقضینی یا محمد حقی فواللہ ما علمتکم یا بنی عبدالمطلب الا لمطل (دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم الاصبہانی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ صفحہ ۲۳)

[2] یا عدو اللہ اتقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسمع وتفعل بہ ما اری فوالذی بعثہ بالحق لولا ما احاذر فوتہ لضربت بسیفی راسک (دلائل النبوۃ لابی نعیم۔ صفحہ ۲۳)

[3] انا وھو کنا احوج الی غیر ھذا منک یا عمر ان تامرنی بحسن الاداء و تامرہ بحسن التباعۃ اذھب بہ یا عمر فاقضہ حقہ وزدہ عشرین صاعا مکان ما رعتہ (دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۲۳)

کا امر کرتا۔ اے عمرؓ تو اُس کو لے جا اور اُس کا حق ادا کر۔ اور اُسے جو تو نے ڈرایا ہے اُس کے بدلے بیس صاعؔ[1] چھوارے زیادہ دے۔" پس حضرت عمرؓ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور مجھے میرا حق ادا کر دیا۔ اور بیس صاع چھوارے علاوہ دئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ زائد کیسے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جو تجھے ڈرایا ہے اُس کے بدلے اس قدر چھوارے زیادہ دوں۔ پھر میں نے پوچھا۔ اے عمر کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ تو بتا کہ کون ہے۔ میں نے جواب دیا۔ زید بن سعنہ۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔ میں نے کہا۔ اے عمرؓ جس وقت میں نے روئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دیکھا۔ میں نے وہ تمام نشانیاں موجود پائیں جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا۔ اُن میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں۔ "[2] پس اے عمرؓ میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمدؐ کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال کیونکہ میں یہود میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے۔" پھر حضرت عمرؓ اور زید دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] صاع ایک پیمانہ ہوتا ہے جو ہمارے ہاں کے تخمیناً ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے ۱۲

[2] فاشهدك يا عمر انى قد رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد نبيا۔ واشهدك ان شطر مالى فانى اكثرها مالا صدقة على امة محمد صلى الله عليه وسلم (دلائل النبوة لابى نعيم۔ صت ۲۴)۔

آگئے۔ اور زید نے آپ کے سامنے اظہار اسلام کیا۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے غزوات میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ اور غزوہ تبوک (رجب ۹ سنہ ھ) میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ سخت حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا۔ اُس نے آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو ایسا سخت کھینچا۔ کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا۔ اس میں چادر کے حاشیہ نے اثر کیا ہوا تھا۔ پھر اُس اعرابی نے کہا۔ "اے محمد[1] آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے کچھ میرے واسطے حکم دیجئے۔" رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر ہنس کر اُس کے لئے بخشش کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص[2] اجازت لے کر رسول اللہ[3]

---

[1] یا محمد مرلی من مال اللہ الذی عندك (صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب التبسم والضحک)۔ ابو داؤد (کتاب الادب۔ باب فی الحلم واخلاق النبی صلے اللہ علیہ وسلم) میں حدیث ابی ہریرہ میں یہ الفاظ ہیں۔ احمل لی علی بعیریّ ھٰذین فانك لا تحمل لی من مالك ولا من مال ابیك۔ اس پر آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ایک اونٹ پر چھوارے اور دوسرے پر جَو لاد دے۔

[2] بقول ابن بطال اس شخص کا نام عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری تھا اور اُسے احمق مطاع کہا کرتے تھے (مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر۔ جزء اول ص۲۹۱) احمق اس کی حماقت و کبر کے سبب اور مطاع اس لئے کہ رئیس قبیلہ تھا۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آیا۔ آپ نے اُسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا۔ "بُرا ہے قبیلہ کا بھائی یا قبیلہ کا بیٹا"[1] جب وہ بیٹھ گیا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سامنے کشادہ روئی اور انبساط ظاہر کیا جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ جب آپ نے اُس شخص کو دروازے میں دیکھا۔ تو ایسا ایسا کہا۔ مگر اُس کے روبرو تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اے عائشہ رضہ[2] تو نے مجھے فاحش کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے بُرا وہ شخص ہو گا جس سے لوگ اُس کے فحش سے بچنے کے لئے کنارہ کرتے ہیں۔" حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے۔ تو یوں ارشاد فرماتے۔ "اسے[3] کیا ہوا۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو"۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] راوی کو شک ہے۔ مگر مراد یکساں ہے یعنی قبیلہ میں سے ایک ۱۲

[2] یا عائشۃ متی عہدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ (صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فحاشا ولا متفحشا)

[3] مالہ ترب جبینہ (صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فحاشا ولا متفحشا)۔ یہ بھی حقیقت میں کوئی گالی نہیں۔ بلکہ دُعا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اُس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

عبداللہ بن ابی خزرجی نے سُنا۔ تو کہنے لگا کہ اگر اب[1] کے سفر سے ہم مدینہ پہنچیں۔ تو جس کا اُس شہر میں زور ہے وہ بے قدر شخص کو نکال دے گا۔ جب یہہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ اُٹھے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ[2]۔ مجھے اجازت دیں کہ اس منافق کی گردن اُڑا دوں"۔ اس رحمۃ للعالمین نے اُس منافق کے ظاہر اسلام کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا[3]۔ "اُسے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔" خیال کیجئے آپ کا یہہ سلوک اُس شخص کے ساتھ تھا جو نہ صرف منافق بلکہ رأس المنافقین تھا۔ جس نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ پیچھے اذل یعنی بیقدر شخص کہہ دیا۔ اور جو منجملہ اُن اشخاص کے تھا جنہوں نے جنگ بنی مصطلق (۵شنہ یا ۶شنہ ھ) سے واپسی پر آپ کی چاہیتی بی بی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا پر بہتان لگایا تھا۔ اس رأس المنافقین پر کیا موقوف ہے۔ ذو الخویصرہ رأس الخوارج کے ساتھ بھی آپ نے اسی طرح کا سلوک کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] قرآن مجید (سورہ منافقون) میں ہے۔ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔ ترجمہ وہ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا زور ہے بے قدر کو ۱۲

[2] یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھٰذا المنافق (صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ منافقون)

[3] دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورہ منافقون)

مال غنیمت (حنین) تقسیم فرما رہے تھے۔ ذوالخویصرہ تمیمی نے کہا۔ یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "تجھ پر افسوس[1]۔ جب میں عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عادل نہیں۔ تو تو ناامید و زیان کار ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ "اسے جانے دو[2]۔ کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں کہ انکی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو۔ وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔"

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ✦ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رحمت

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے تمام مخلوقات آپ کی شفقت و رحمت سے بہرہ ور ہے جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان سے واضح ہو گا۔

مومنوں پر شفقت و رحمت۔ قرآن مجید میں جناب رسالتمآب کی شان میں آیا ہے کہ آپ مومنوں پر شفقت[3] رکھنے والے اور

---

[1] ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل ـ قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل
(صحیح بخاری ـ جزو ثانی ـ باب علامات النبوة فی الاسلام)

[2] دعه فان له اصحابا یحقر احدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم یمرقون من الدین کمروق السهم من الرمیة الحدیث (حوالہ مذکورۃ الصدر)

[3] دیکھو لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیہ (پ ۱۱ ـ توبہ ـ اخیر رکوع) ۱۲

مہربان ہیں اسیواسطے آپ نے اپنی امت کو دنیا میں کسی مقام پر فراموش نہیں فرمایا حتے کہ شب معراج میں عرش پر بھی اپنی امت کو یاد فرمایا۔ چنانچہ جب وہاں ارشاد الٰہی ہوا۔ "اے نبی[1] تجھ پر اللہ کا سلام اور رحمت اور برکتیں ہوں" تو آپ نے اس فیض میں تمام انبیاء و ملائک اور جن و انس میں سے تمام نیک بندوں کو شریک کرکے یوں فرمایا۔ "سلام[2] ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر"۔ اور قیامت کے دن بساط شفاعت بچھا کر یوں پکاریں گے۔ "اے[3] میرے پروردگار میری امت میری امت"۔

بعصیاں نماند کسے در گرو ✤ کہ دارد چنیں سید پیشرو
عطائے شفاعت چنانش دہند ✤ کرامت تمامی ز دوزخ رہند

یہہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ شرائع و احکام میں امت کے لئے تخفیف و آسانی ہی مدنظر رہی۔ چنانچہ جب آپ کو دو امروں میں اختیار[4] دیا جاتا۔ تو ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور بعض افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ

---

[1] السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
[2] السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔
[3] رب اُمتی اُمتی۔
[4] حدیث مسلم میں ہے۔ ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین قط الا اخذ ایسرہما ما لم یکن اثما فان کان اثما کان ابعد الناس منہ (مشکوۃ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول)۔ ترجمہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو امروں میں اختیار نہ دیا گیا مگر آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ موجب گناہ نہ ہوتا۔ اگر موجب گناہ ہوتا۔ تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔

جہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لئے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیرِ عشاء کا ترک کرنا اور صوم وصال سے منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔

ایک دفعہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی

کافروں پر شفقت و رحمت

کہ آپ مشرکوں پر بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ "میں لعنت[1] کرنے کو نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں۔" حضرت طفیل بن عمرو دوسی جنہیں اپنے قبیلہ میں دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ دوس ہلاک ہو گئے کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس لئے آپ اُن پر بددعا کریں۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ بددعا کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے فرمایا۔ "اے اللہ[2] قبیلۂ دوس کو ہدایت دے اور اُن کو مسلمان بناکر لا۔" نبوت کے دسویں سال جیسا کہ پہلے آچکا ہے آپ طائف میں قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر بجائے راہِ راست پر آنے کے انہوں نے آپ کو اسقدر ایذا دی کہ آپ کے نعلین مبارک خون آلودہ ہو گئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اے محمدؐ جو آپ چاہیں مجھے ارشاد کریں اگر آپ فرمائیں۔ تو اخشبین کو اُن پر اُلٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہوں۔ "بلکہ[3] مجھے امید ہے کہ

---

[1] انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمة (مشکوٰة۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول)

[2] اللھم اھد دوسا وائت بھم (مشکوٰة۔ باب مناقب قریش وذکر القبائل۔ فصل اول)

[3] بل ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لایشرک بہ (مشکوٰة۔ باب المبعث وبدء الوحی۔

اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے۔"

یتامے و مساکین و بیوگان پر شفقت و رحمت۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم خود یتیم رہ چکے تھے۔ اس لئے یتیموں اور مسکینوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لئے آپ نے اپنی انگشت سبابہ اور وسطے کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا۔ "میں[1] اور یتیم کا متکفل خواہ وہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے۔" اور مساکین و بیوگان کی خبر گیری کرنے والے کی نسبت فرمایا۔ "بیوگان[2] و مساکین پر خرچ کرنے والا راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔"

بچوں پر شفقت و رحمت۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب فقر و عار کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن[3] کریم سے ظاہر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس رسم بد کا ایسا قلع و قمع ہو گیا کہ کسی دنیوی قانون سے ہرگز ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ "اللہ[4] نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا حرام کر دیا۔"

---

[1] انا وکافل الیتیم لہ ولغیرہ فی الجنۃ ھکذا (مشکوۃ۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق فصل اول)

[2] الساعی علی الارملۃ والمساکین کالساعی فی سبیل اللہ (مشکوۃ۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔ فصل اول)

[3] قرآن مجید میں ہے۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (پ ۳۰ سورہ تکویر) ترجمہ اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی۔ تو کس گناہ کے بدلے ہلاک کی گئی ۱۲

[4] ان اللہ حرم علیکم عقوق الامہات ووأد البنات الحدیث (مشکوۃ۔ باب البر والصلۃ)

آپ بچوں کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا کرتے تھے۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش نہ آئے اس کی نسبت آپ نے فرما دیا کہ وہ ہم میں سے[1] نہیں ہے۔

ہمارے آقائے نامدار نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجبِ نجات فرمایا ہے

غلاموں پر شفقت و رحمت۔

چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ "جو کوئی[2] کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اُس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ اُس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے" علاوہ ازیں کفارات میں جا بجا غلام کا آزاد کرنا واجب رکھا گیا ہے۔ مذہبِ اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "تمہارے[3] غلاموں میں سے جو تمہارے موافق ہو۔ اُسے کھلاؤ اُس میں سے جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ اُس میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور اُن میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اُسے بیچ دو۔ اور اللہ کی مخلوقات کو عذاب نہ دو" اسی مساوات کا نتیجہ تھا کہ اسلام میں غلام بادشاہ بن گئے۔ چنانچہ ملک ہند میں خاندانِ غلامان نے سنہ ۶۰۲ھ

---

[1] حدیث ترمذی میں ہے۔ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (مشکوۃ۔ کتاب الآداب۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علے الخلق۔ فصل ثانی)۔ ترجمہ ہم میں سے نہیں وہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے ۱۲

[2] من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار (مشکوۃ۔ کتاب العتق۔ فصل اول)

[3] من لاءمکم من مملوکیکم فاطعموہ مما تاکلون واکسوہ مما تلبسون ومن لا یلائمکم منھم فبیعوہ ولا تعذبوا خلق اللہ (مشکوۃ۔ باب النفقات وحق المملوک)

سے ۶۱۸ھ تک حکومت کی۔ اور مصر میں خاندان ممالیک نے ۶۴۸ھ سے ۹۲۳ھ تک حکمرانی کی۔ اسلام کے سوا کسی مذہب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

چارپایوں پر شفقت و رحمت۔

انسان تو درکنار چارپایوں پر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ کا گزر ایک اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ بھوک اور پیاس کے سبب اُس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "ان[1] بے زبان چارپایوں کے بارے میں تم اللہ سے ڈرو۔ اُن پر سوار ہو درآنحالیکہ وہ سواری کے لائق ہوں۔ اور اُن کو چھوڑو درآنحالیکہ وہ پھر سوار ہونے کے لائق ہوں" ایک دفعہ حضور اقدس قضائے حاجت کے لئے انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اُس باغ میں ایک اونٹ ہے۔ اُس اونٹ نے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رو پڑا اور اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اُس کے پاس آئے۔ اور اُس کے پسِ گوش پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ پس وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "کیا[2] تو اس چارپایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خدا سے نہیں

---

[1] اتقوا اللہ فی ھٰذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ واترکوھا صالحۃ
رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ۔ باب النفقات وحق المملوک)

[2] افلا تتقی اللہ فی ھٰذہ البھیمۃ التی ملکک اللہ ایاھا فانہ شکی الی انک تجیعہ وتدیبہ اخرجہ ابو داؤد (تیسیر الوصول الٰی جامع الاصول مطبوعہ نولکشور جلد اول ص ۲۴۵)۔

ڈرتا۔ کیونکہ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے"۔ یہ اسی شفقت عامہ کا مقتضا تھا کہ آپ نے چارپایوں[1] کو باہم لڑانے۔ کسی جاندار کو نشانہ بنانے۔ چارپایہ[2] کی پیٹھ سے منبر کا کام لینے۔ کسی چارپایہ[3] یا حیوان کو ہلاک کرنے کے لئے حبس کرنے۔ اور حیوان[4] کو مثلہ بنانے سے منع فرما دیا۔

پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت۔

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ قضاے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (زورک) کو دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی۔ اور اُترنے کے لئے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ "اس[5] کے بچوں کو پکڑ کر اِسے کس نے دُکھ دیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دے دو"۔ اور آپ نے ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اِسے کس نے جلایا ہے۔ ہم نے عرض کی کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ

---

[1] دیکھو مشکوۃ۔ باب ذکر الکلب۔ فصل ثانی۔

[2] دیکھو مشکوۃ۔ کتاب الصید والذبائح۔ فصل اوّل۔

[3] دیکھو مشکوۃ۔ باب آداب السفر۔ فصل ثانی۔

[4] دیکھو مشکوۃ۔ کتاب الصید والذبائح۔ فصل اوّل۔

[5] دیکھو مشکوۃ۔ کتاب الصید والذبائح۔ فصل اوّل۔

[6] من فجع ہذہ بولدھا ردوا ولدھا الیھا۔ (مشکوۃ۔ باب قتل اہل الردۃ والسعاۃ بالفساد

کے ساتھ عذاب دے۔ ایک روز حضرت عثمان بن حبان نے ایک پسّو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ام درداء نے کہا کہ میں نے ابو الدرداء سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کے ساتھ عذاب نہ دے"۔[۱]

نباتات وجمادات پر شفقت ورحمت

جب امساک باراں ہوتا۔ تو لوگ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کے وسیلے سے بارش کے لئے دُعا کرتے یا آپ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے۔ آپ دُعا فرماتے۔ اللہ تعالےٰ دُعا کو قبول کرتا۔ اور باران رحمت بھیجتا۔ جس سے مُردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی۔ نباتات اُگتی۔ حیوانات کے لئے گھاس تیار ہو جاتا۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ✽ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور حسنِ معاشرت

باوجود علو مرتبت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ الٰہی سے ایک فرشتہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی و فقر کو اختیار کریں۔ اور اگر چاہیں نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔ آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔ اِس کے بعد حضور انور تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے اور فرماتے۔

---

[۱] لا یعذب بالنار الا رب النار (مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جزء رابع ص ۲۳۶)

میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے اور میں بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے۔[1] آپ صحابہ کرام سے فرماتے کہ میرے[2] واسطے نہ اُٹھا کرو جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ باوجود افضل الرسل ہونے کے آپ فرماتے کہ مجھے موسےٰ[3] پر فضیلت نہ دو۔ تم میں سے کوئی یہ[4] نہ کہے کہ میں یونس بن متّےٰ سے افضل ہوں۔ آپ اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے۔ میری[5] مدح میں تم مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصارےٰ نے ابن مریم کی مدح میں مبالغہ کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو۔[6] آپ اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے۔ اپنے دولتخانہ میں آپ اہل[7] خانہ کے کاروبار کیا کرتے۔ آپ نے کبھی کسی عورت یا خادم کو اپنے دست مبارک سے نہیں[8] مارا۔ آپ[9] نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

ن۱ آکل کما یاکل العبد واجلس کما یجلس العبد (مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل ثالث)

ن۲ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہا بعضاً (مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب۔ باب القیام۔ فصل ثانی) علماء و صلحاء کے لئے کھڑے ہونا مستحب ہے۔ قیام سے ممانعت ریا و کبر کی حالت پر محمول ہے۔

ن۳ صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب وفاۃ موسےٰ۔

ن۴ صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب قول اللہ تعالے وان یونس لمن المرسلین۔

ن۵ لا تطرونی کما اطرت النصارےٰ ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ (مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ...)

ن۶ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب کیف یکون الرجل فی اہلہ۔

ن۷ مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔

ن۸ صحیح بخاری۔ باب ما عاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم طعاماً۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصے میں آپ نے اُن کو کبھی اُف[1] نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ جب آپ نماز فجر[2] سے فارغ ہوتے۔ تو اہل مدینہ کے خادم پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے۔ آپ اُن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے تاکہ اُن کو شفا اور برکت ہو۔ آپ رانڈوں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ اور اُن کی حاجت برآری فرماتے۔ اہل مدینہ[3] کی لونڈیاں آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں۔ اور اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔ آپ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ[4] کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے جس کی مہار اور پالان پوست خرما کا تھا۔ آپ اپنے نعل مبارک کو آپ پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ سی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دُوہ لیتے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا۔ تو اُس کا اکرام کرتے یہاں تک کہ اپنی چادر مبارک اُس کے لئے بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے۔ تو پہلے سلام کہتے۔ جب مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اُس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو کو اپنے ہم نشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھتے

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔

[2] مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اوّل۔

[3] صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الکبر۔

[4] شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اپنے اصحاب کرام کی دلجوئی اور تعہد میں آپ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ
فرماتے۔ ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ
بذاتِ خود اُنکی خدمت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض
کی کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لئے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا[1] کہ انہوں
نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا ہے۔ اِس لئے مجھے یہ پسند
ہے کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں۔ حضرت قیس بن سعد[2] بیان کرتے ہیں
کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف
لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد
جب آپ واپس آنے لگے۔ تو میرے والد نے آپ کے لئے ایک دراز گوش
تیار کیا۔ جس پر ایک کمبل کا پالان تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ جب چلنے
کو ہوئے۔ تو میرے والد نے مجھ سے کہا۔ اے قیس تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ جا۔ اس لئے میں ساتھ ہولیا۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ
تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے ادب کے خیال سے انکار کر دیا۔ مگر آپ نے
فرمایا۔ "یا تو سوار ہو جا۔ یا لوٹ جا۔"[3] اس لئے میں واپس آگیا۔ حضرت عبداللہ
بن ابی الحمساء رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی۔ اور اُس کی قیمت میں سے کچھ
میرے ذمہ باقی رہا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں باقی قیمت لیکر اسی جگہ
آپ کے پاس آتا ہوں۔ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین راتوں کے

---

[1] دیکھو مواہب لدنیہ للعلامۃ القسطلانی۔ ۱۲

[2] یہ سعد انصار کے قبیلہ خزرج کے سردار تھے ۱۲

[3] اِمّا ان ترکب واِمّا ان تنصرف (ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب کم مرۃ یسلّم الرجل
فی الاستیذان)

بعد مجھے یاد آیا۔ پس میں بقیہ قیمت لیکر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "اے نوجوان۔ تو نے بے شک مجھے مشقت[1] میں ڈال دیا۔ میں یہاں تین راتوں سے تیرا انتظار کر رہا ہوں"۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ وہ جب حضور کی خدمت میں آتا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا ہوتی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مرگئی۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے۔ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ[2] یعنی اے ابو عمیر وہ چڑیا کہاں گئی۔ ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں اس پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ وہ بولا۔ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اونٹنیاں[3] ہی اونٹ جنتی ہیں۔ یعنی ہر اونٹ جو ہے اونٹنی کا بچہ ہے۔ اس میں تعجب کیا ہے۔ اسی طرح ایک روز ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض[4] کی کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ کوئی

---

[1] یا فتی لقد شققت علیّ ھٰھنا منذ ثلث انتظرک (ابوداؤد۔ کتاب الادب ۔ باب العدۃ)

[2] مشکوۃ۔ کتاب الآداب ۔ باب المزاح ۔ فصل اوّل۔

[3] مشکوۃ ۔ کتاب الآداب ۔ باب المزاح ۔ فصل ثانی۔

[4] مشکوۃ ۔ کتاب الآداب ۔ باب المزاح ۔ فصل ثانی۔

بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔ اُس نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتی۔ اُس میں اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ (پ۲۷ سورۂ واقعہ۔ ع۱) یعنی بوڑھی عورتوں کو جو بہشت میں داخل کریں گے۔ تو کنواریاں بنا کر کریں گے ۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم کی سخاوت

جود حقیقی یہہ ہے کہ بغیر غرض و عوض کے ہو۔ اور یہہ صفت ہے حق سبحانہ کی جس نے بغیر کسی غرض و عوض کے تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں اور تمام حسّی و عقلی کمالات خلائق پر افاضہ کئے ہیں ۔ اللہ تعالٰے کے بعد اجود الاجودین اُس کے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ[۱] آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اُس کے مقابل آپ نے "لَا" (نہیں) فرمایا ہو"۔ یعنی آپ کسی کے سوال کو ردّ نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا۔ تو عطا فرماتے۔ اگر پاس نہ ہوتا۔ تو قرض لے کر دیتے یا وعدہ[۲] عطا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک سائل

---

[۱] صحیح بخاری ۔ کتاب الادب ۔ باب حسن الخلق والسخاء (ما سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شیٔ قط فقال لا ۔)

[۲] کیونکہ قرآن کریم میں ہے ۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (پ۱۵ ۔ بنی اسرائیل ع۳) ۔ ترجمہ اور اگر کبھی تو تغافل کرے اُن کی طرف سے تلاش میں مہربانی کی اپنے رب کی طرف سے جس کی تو توقع رکھتا ہے تو کہہ اُن کو بات نرمی کی ۱۲

آپ کی خدمتِ شریف میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ "میرے[1] پاس کوئی چیز نہیں۔ مگر تو مجھ پر قرض کر۔ جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا۔ ہم اُسے ادا کریں گے"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ خدا نے آپ کو اُس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ کی یہ بات حضور کو پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ۔ عطا کیجئے۔ اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سُن کر آپ نے تبسّم فرمایا۔ اور آپ کے روئے مبارک پہ تازگی و خوشحالی پائی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ "اِسی[2] کا مجھے امر کیا گیا ہے"۔ حضرت سہل بن سعد بیان[3] کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی۔ اُس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ چونکہ آپ کو ضرورت تھی۔ آپ نے وہ چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اُسی چادر کو بطور شلوار باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں (نعم)۔ آپ کچھ دیر مجلس میں رہے۔ پھر لوٹ گئے۔ پس وہ چادر لپیٹ کر اُس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اُس سے کہا۔ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم سے اِس چادر کا سوال کیا۔ اور

---

[1] ما عندی شیئ ولکن ابتع علیّ فاذا جاءنا شیئ قضیناہ (شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم)

[2] بھذا امرت ۱۲

[3] صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب البرود والحبرۃ والشملۃ۔ ۱۲

تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اُس صحابی نے کہا اللہ کی قسم۔ میں نے صرف اسواسطے سوال کیا کہ جس دن میں مرجاؤں یہہ چادر میرا کفن بنے حضرت سہل رضؓ فرماتے ہیں کہ وہ چادر اُس کا کفن ہی بنی۔ حضرت انس رضؓ روایت[1] کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا۔ اور یہہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو مسجد میں ڈال دو۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اُس مال کے پاس بیٹھ گئے۔ اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا عباس رضؓ آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ۔ مجھے اس مال میں سے دیجئے کیونکہ جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد[2] کرایا۔ آپ نے فرمایا۔ لے لو۔ حضرت عباس رضؓ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اُٹھانے لگے۔ تو نہ اُٹھا سکے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ کسی سے فرمادیں کہ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا۔ میں کسی سے اُٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بولے۔ آپ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اُٹھاتا۔ پس حضرت عباس رضؓ نے اُس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اُٹھانے لگے۔ تو بھی نہ اُٹھا سکے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ کسی سے فرمادیں کہ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا میں کسی سے اُٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس رضؓ بولے۔ آپ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور اقدس نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اُٹھاتا۔ پس حضرت

[1] بخاری شریف۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب ما اقطع النبی صلّے اللہ علیہ وسلم من البحرین
[2] حضرت عباس اور عقیل بن ابی طالب کو کفار نے جنگ بدر میں اسیر کر لیا تھا۔

عباس رضؓ نے اس میں سے بھی کچھ گرا دیا۔ پھر اُسے اپنے کندھے پر اُٹھا لیا اور روانہ ہوئے۔ حضور اقدس اس کی طرف دیکھتے رہے۔ یہانتک کہ حضرت عباس رضؓ ہماری نظر سے غائب ہو گئے۔ اور آپ ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ غرض جب حضور وہاں سے اُٹھے۔ تو ایک درم بھی باقی نہ تھا۔ ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال بطریق ارسال مروی ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا۔ اور اُسے علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج میں سے بھیجا تھا۔ اور یہہ پہلا مال تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ حنین[۲] کے روز بے شمار مال اور اسیران جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ قبیلہ ہوازن کے وفد نے اسلام لاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے مال اور اسیرانِ جنگ واپس کر دئے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں چیزوں میں سے ایک اختیار کرو۔ انہوں نے اسیران جنگ کو اختیار کیا۔ حضور نے اپنا فیصلہ اصحاب پر پیش کیا۔ سب نے بطیب خاطر منظور کیا۔ یہہ اسیرانِ جنگ جو چھوڑ دئے گئے تعداد میں چھ[۳] ہزار تھے اور اُن میں عورتیں اور بال بچے تھے۔ اموال حنین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے اُن میں آپ کی سخاوت حد قیاس سے خارج تھی۔ آپ نے اعراب میں سے بہت سوں کو سو سو[۴] اونٹ عطا فرمائے۔ اُس دن حضور کی سخاوت زیادہ تر

---

[۱] دیکھو مواہب لدنیہ للقسطلانی

[۲] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قول اللہ ویوم حنین الآیہ۔

[۳] دیکھو شفاء للقاضی عیاض ۱۲

[۴] بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الطائف ۱۲

مولفۃ القلوب کے لئے تھی جو فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے۔ اس طرح آپ لے جاتا کہ دنیا کی مدد سے انکے دین کو محکم بنا دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (صفوان بن امیہ) نے اُس روز بکریوں کا سوال کیا جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا جنگل پُر تھا۔ آپ نے وہ سب اُس کو دیدیں۔ اُس نے اپنی قوم میں جاکر کہا۔ "اے میری قوم۔ تم اسلام لاؤ۔ اللہ کی قسم۔ محمد صلعم ایسی عطا کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے" [1]

ہرچہ آمدت بدست بداوی تو بیش ازاں
این جود آنکس است کش از فقر عار نیست

روایت واقدی [2] میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ صفوان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مال غنیمت کو دیکھتا پھر رہا تھا۔ ناگاہ اُس کا گزر ایک وادی پر ہوا جو اونٹوں اور بکریوں سے پُر تھی۔ وہ جنگل اُسے پسند آیا۔ اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ حضور نے پوچھا۔ اے ابو وہب کیا یہ جنگل تجھے پسند آیا۔ بولا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جنگل اور جو کچھ اس میں ہے سب ہم نے تجھے دے دیا۔ صفوان نے کہا۔ میں گواہی [3] دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ اس قدر عطا نبی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین سے واپس

---

[1] ای قوم اسلموا فواللہ ان محمدا لیعطی عطاء ما یخاف الفقر۔
(مشکوۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول)

[2] دیکھو مواہب لدنیہ للقسطلانی۔

[3] اشہد انک رسول اللہ۔ ما طابت لھذا نفس احد قط الا نفس نبی۔

آرہے تھے۔ تو بادیہ نشینان عرب آپ سے لپٹ گئے۔ وہ حنین کی غنیمت میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو بحالت اضطرار ایک ببول کے درخت کی طرف لے گئے۔ اُس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔ آپ ٹھیر گئے اور فرمایا۔ "مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان ببول جتنے چار پائے ہوتے۔ تو بے شک میں اُن کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے اور نہ دروغگو اور بزدل پاتے"[1] خلاصہ کلام یہہ کہ جو کچھ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا دیدیتے اور فقر سے نہ ڈرتے اپنی ذات شریف کے لئے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع نہ کرتے۔[2] البتہ بعض وقت اپنے حرم کے لئے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔ جب کسی محتاج کو دیکھتے۔ تو باوجود احتیاج کے اپنا کھانا اُسے دے دیتے۔ آپ کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ نہ جلتی تھی۔ ایک دفعہ کچھ اسیران جنگ گرفتار ہو کر آپ کے پاس آئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالے عنہا آپ کی خدمت شریف میں آئیں اور کہنے لگیں کہ چکّی چلانے سے میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں مجھے ایک خادم عنایت کیجیے۔

---

[1] اعطونی ردائی فلو کان لی عدد ھذہ العضاہ نعماً لقسمتہ بینکم ثم لا تجدونی بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا (مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب ما کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبہم وغیرہم من الخمس ونحوہ)

[2] مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فصل ثانی۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ[1] کی قسم یہ نہیں ہونے کا کہ میں تجھے تو خادم دوں اور اہل صفہ (فقراء) بھوکے مریں۔ میں اسیرانِ جنگ کو بیچ کر اُن کی قیمت ان فقیروں پر خرچ کرتا ہوں *

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا * عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دیگر اوصاف حمیدہ کی طرح شجاعت و قوت میں بھی سب پر فائق تھے۔ بسا اوقات ایسی خطرناک جگہوں میں جہاں سے تمام دلاور و بہادر بھاگ جاتے تھے ثابت قدم رہتے تھے بلکہ آگے بڑھتے تھے۔ چنانچہ جنگ حنین میں قبیلہ ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ کے سبب صحابہ کرام میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اُس حالت میں بھی حضور انور اپنی جگہ پر رہے۔ آپ سفید خچر[2] پر سوار تھے۔ اور اُسے آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ مگر حضرت ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب نے باگ کو تھام رکھا تھا۔ آپ نے اتر کر ایک مشت خاک لے کر کفار کی طرف پھینک دی۔ لشکرِ کفار میں کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اُس خاک سے بھری نہ ہو۔ پس کفار

---

[1] واللہ لا اعطیکم وادع اهل الصفة تطوی بطونهم من الجوع لا اجد ما انفق علیهم ولکن ابیعهم وانفق علیهم اثمانهم ۔ یہ حدیث احمد کے الفاظ ہیں۔ دیکھو زرقانی علی المواہب۔ جزء رابع۔ صفحہ ۳۰۱

[2] اس کا نام دُلدل تھا۔

کو شکست ہوئی۔ آپ اُس دن یہہ رجز[1] پڑھ رہے تھے +

آنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب + آنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

میں نبی ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں ۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے اور شور و غل پیدا ہوا گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ کا گھوڑا لیا جو سُست رفتار اور سرکش تھا۔ آپ اُس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے اور تلوار گلے میں آڑے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔ جب لوگ اُس آواز کی طرف گئے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو راستے میں واپس آتے ملے۔ آپ نے انکو تسلی دی کہ ڈرو نہیں[2] ڈرو نہیں۔ اور گھوڑے کی نسبت آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ اُس دن سے وہ گھوڑا ایسا چالاک بن گیا کہ کوئی دوسرا گھوڑا اُس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ گھوڑے پر کیا موقوف ہے جس چیز یا شخص کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد پہنچ جائے۔ وہ اگر ناچیز ہو۔ تو چیز بن جائے۔ اگر مغلوب ہو۔ تو غالب بن جائے۔ اگر پست ہو۔ تو بلند بن جائے اگر کمزور ہو تو زور آور بن جائے۔

تو مراد ل وہ دلیری ہیں۔ + ۔ روبۂ خویش خوان و شیری ہیں

جب گھمسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔ تو صحابۂ کرام جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم الآیہ ۱۲

[2] لن تراعوا لن تراعوا (بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء) اس کا مطلب یہہ ہے کہ میں آیا ہوں۔ اِدھر وہ شے نہیں جس سے تم ڈرتے ہو ۱۲

کا قول ہے۔ "اللہ کی قسم جب لڑائی شدت سے ہوا کرتی تھی۔ تو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا تھا جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا۔"[1]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ بدنی کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑے پہلوان کو آپ پچھاڑ دیا کرتے تھے۔ ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ابو اسحاق بن یسار نے مجھ سے بیان کیا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے ایک راستے میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ "اے رکانہ۔ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اور میری دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کرتا۔" اس نے کہا۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں۔ تو کیا تو مان جائیگا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ سچ ہے۔" اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے اسے پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ اس نے کہا۔ اے محمدؐ آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں۔ آپ نے دوسری دفعہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر اس نے کہا۔ اے محمدؐ۔ اللہ کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں اگر تو اللہ سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لے آئے۔ اس نے پوچھا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

---

[1] کنا واللہ اذا احمرّ البأس نتقی به وان الشجاع منا الذی یحاذی به یعنی النبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم (مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات فصل اول)

[2] سیرت ابن ہشام بہامش زاد المعاد۔ جزء اوّل ص۲۱۲۔ رکانہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لایا تھا۔

یہہ درخت جو تو دیکھتا ہے میں اُسے بلاتا ہوں اور وہ میرے پاس چلا آئے گا اُس نے کہا۔ آپ اِسے بلائیے۔ پس آپ نے اُس درخت کو بُلایا اور وہ آپ کے پاس آکھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا۔ آپ اسے حکم دیں کہ اپنی جگہ پر چلا جائے آپ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رکانہ نے اپنی قوم میں جاکر کہا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی کو جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر اُس نے بیان کیا جو دیکھا تھا۔ اسی طرح آپ نے ابوالاسود جمحی کو[1] پچھاڑا تھا۔ یہہ ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوجاتا تھا۔ اور دس جوان اُس کھال کو اُس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ چمڑا پھٹ جاتا تھا۔ مگر اُس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ "اگر آپ مجھے کُشتی میں پچھاڑ دیں۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤنگا۔" آپ نے اُسے پچھاڑ دیا۔ مگر وہ بدبخت ایمان نہیں لایا۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا زہد

زہد[2] بھی آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ حضرت ابوہریرہ[3] رض ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے آگے بکری کا بُھنا ہوا گوشت رکھا تھا۔ اُنہوں نے آپ کو شریک طعام

---

[1] دیکھو مواہب لدنیہ للقسطلانی ۱۲۔

[2] دُنیا کی لذتوں کی خواہش نہ کرنے کو زہد کہتے ہیں ۱۲۔

[3] صحیح بخاری۔ باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون ۱۲

ہونے کے لئے بلایا۔ مگر آپ نے یہہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی حضرت[۱] عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہانتک کہ آپ اِس دُنیا سے رحلت فرما گئے۔ حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم[۲] نے اپنی عمر میں نہ کبھی خوان پر کھانا کھایا اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی[۳] حضور کے دولتخانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا[۴]۔ بعض وقت آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت[۵] ابو طلحہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا دکھایا۔ پس آپ نے ہمیں اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے۔ حضور[۶] کا بستر چمڑا تھا جس میں درختِ خرما کا چھلکا بھرا ہوا تھا۔ حضرتِ[۷] عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھ پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جَو کے عوض گرو تھی جو آپ نے

---

[۱] مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب۔ باب فضل الفقراء۔ فصل اول۔

[۲] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب فضل الفقر۔

[۳] صحیح بخاری۔ باب کیف کان عیش النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔

[۴] مشکوٰۃ۔ باب فضل الفقراء۔ فصل ثانی۔

[۵] صحیح بخاری۔ باب کیف کان عیش النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔

[۶] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب فضل الفقر۔

[۷] صحیح بخاری۔ باب وفاۃ النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لئے لئے تھے۔ مگر یاد رہے کہ آپ کا یہہ زہد اختیاری تھا۔ اللہ تعالےٰ نے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں[1] آپ پر پیش کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھے کہا کہ اگر تو چاہے۔ تو میں تیرے لئے وادی مکہ کو سونا بنا دوں۔ مگر میں نے عرض کی۔ "اے[2] میرے پروردگار میں یہہ نہیں چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد و شکر کروں" اس میں شک نہیں کہ حضور کو فتوحات بکثرت ہوئیں۔ مگر جو کچھ آتا۔ راہ خدا میں اُٹھا دیتے۔ اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے ؞

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؞ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر اوصاف حمیدہ

خوف و عبادت

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ معرفتِ الٰہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ "قسم[3] ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے"۔ آپ کی عبادت کا یہہ حال تھا کہ کثرت قیام کے سبب آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آگیا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ آپ یہہ

---

[1] یہہ مضمون حدیث طبرانی میں ہے جو مواہب لدنیہ میں نقل کی گئی ہے۔

[2] لا یا ربّ ولکنّی اشبع یوما واجوع یوما فاذا جعت تضرعت الیك وذکرتك فاذا شبعت، شکرتك وحمدتك (سنن ترمذی ابواب الزہد عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

[3] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب قول النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔ مشکوۃ۔ باب البکاء والخوف۔

تکلیف و محنت کیوں اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں"[1] یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے رہے اور قرآن کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے[2][3]۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خوف الٰہی اس درجے کا تھا کہ حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور رونے کے سبب آپکے شکم مبارک سے تانبے کی دیگ کی مانند آواز آرہی ہے[4]۔

حضور اقدس سب سے زیادہ عادل تھے۔ اسی واسطے ذوالخویصرہ کے اعتراض کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں عدل نہ کروں گا۔ تو اور کون کرے گا۔ آپ کی امانت کا یہہ عالم تھا کہ نبوت سے پہلے بھی آپ عرب میں امین مشہور تھے۔ چنانچہ جب قریش کعبہ بنانے لگے۔ اور وہ حجر الاسود کی جگہ تک تیار ہوگیا۔ تو قبائل قریش میں جھگڑا ہوا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم حجر اسود کو اس کی جگہ تک اُٹھائیں گے۔ آخر اُنہوں نے یہہ فیصلہ کیا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے پہلے داخل ہو وہ حکم بنے۔ اتفاقاً اس دروازے سے جو پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اُٹھے۔ "یہہ محمدؐ ہیں۔ یہہ امین ہیں۔ ہم سب ان پر راضی ہیں"[5]۔

عدل و امانت۔

[1] افلا اکون عبدا شکورا (شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی عبادۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم)۔

[2] شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی عبادۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

[3] حضرت ابوذر کی روایت میں ہے کہ وہ آیت یہہ ہے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سنن ابن ماجہ۔ باب ما جاء فی القرأۃ فی صلوٰۃ اللیل)

[4] شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

[5] هذا الامين رضينا هذا محمد (سیرت ابن ہشام۔ حدیث بنیان الکعبہ)

پس آپ نے یوں فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھوایا اور حکم دیا کہ سب مل کر اُٹھاؤ۔ اس طرح اُنہوں نے اُٹھایا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے دیوار میں اس کی جگہ پر لگا دیا۔ آپ کی عمر اسوقت ۳۵ سال کی تھی +

حضور اقدس ایسے صادق تھے کہ دُشمن بھی آپ کی راستی کے قائل تھے۔

صدق و وفا

صلح حدیبیہ کی مُدت میں ابو سفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ملک روم میں تجارت کے لئے گیا ہُوا تھا۔ یہہ وہیں تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوتِ اسلام کا خط ہرقل شاہ روم کے پاس پہنچا۔ اُس نے ابو سفیان اور اُس کے ساتھیوں کو بُلا کر بذریعہ ترجمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت چند سوالات کئے۔ جن میں سے ایک یہہ تھا۔ "کیا تم دعوت اسلام سے پہلے اُس (حضرت محمدؐ) کو جھوٹ بولنے کی تہمت دیا کرتے تھے۔" ابو سفیان نے باوجودیکہ اب تک ایمان نہ لایا تھا جواب دیا کہ نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ یہہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ بندوں کے ساتھ تو راستی اختیار کرے اور خدا پر جھوٹ باندھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفا کے بارے میں حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء کا قصہ پہلے آچکا ہے جس کا یہاں دُھرانا ضروری معلوم نہیں ہوتا +

عفت و حیاء

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکدامنی کس زبان سے ادا کیجائے۔ صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آپ نے کبھی کسی عورت کو جسکے آپ مالک نہ ہوں نہ چھُوا۔ حیاء آپ میں غایت درجے کا تھا حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پردہ والی دوشیزہ سے بڑھکر حیاء والے تھے۔ جب آپ کسی امر کو ناپسند فرماتے۔ تو ہم اُسے آپ کے چہرۂ مبارک میں پہچان جاتے۔" یعنی غایت حیاء کے سبب آپ اپنی کراہت کی تصریح نہ فرماتے۔ بلکہ ہم اُسکے آثار چہرۂ مبارک میں پاتے۔ قد وقع الفراغ من ھٰذہ العجالۃ فی بلدۃ لاھور یوم الاثنین الثامن والعشرین من شھر صفر سنۃ خمس وثلاثین وثلثمائۃ بعد الالف بحمد اللہ وحسن توفیقہ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

لمہ صحیح بخاری۔ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم